شئونِ علمیہ

قورینہ میں یونانیوں کے قدیم آثار

طرابلس الغرب کے مشرق میں شہر "لینوس ماگنا" میں جو آثار پائے گئے ہیں وہ رومی قسم کے ہیں۔ لیکن بنغازی کے مشرق میں جو آثار ملے ہیں وہ پرانے یونانی آثار ہیں اور فنی اور تاریخی اعتبار سے اس کو ایک بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ آثار قورینہ کے شہر میں ملے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے سات صدی قبل (۳۱؁ ق م میں) یونانیوں نے بنایا تھا۔ اس کے بعد سے تیرہ صدیوں تک یہ شہر خوب سرسبز و شاداب رہا۔ یہانتک کہ عربوں نے اس کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس شہر کے کھنڈروں پر چونکہ کوئی اور شہر تعمیر نہیں ہوا، اس بناپر اس برباد شدہ شہر کے آثار زمین کے نیچے محفوظ حالت میں پڑے رہے۔ آخر میں یہاں کچھ عمارتیں بن گئی تھیں۔ مگر اٹلی گورنمنٹ نے ان کو گرا دینے کا حکم دیدیا، تاکہ آثار کی کھدائی کا کام بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔

ان آثارِ تاریخی کا انکشاف سب سے پہلے ۱۹۱۳؁ء میں ہوا اور دوسری مرتبہ ۱۹۲۳؁ء میں، اور جیسا کہ مورخین اور علمائِ آثارِ قدیمہ کو توقعات تھیں۔ اس مدفون شہر کے حماموں میں دسوں عجیب و غریب قسم کے مجسمے دستیاب ہوئے ہیں، ان مجسموں میں سکندرِ اعظم کا بھی مجسمہ ہے جو شہر قورینہ کے قریب بنغازی کے عجائب خانہ میں محفوظ ہیں۔ مجسموں کے علاوہ یہاں متعدد ایسے کتبات بھی ملے ہیں جو تاریخی لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور ان سے یونانیوں کے طریقہائے عبادت اور قورینہ کی تاریخ سے متعلق دلچسپ اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مجسموں میں ایک چھوٹا سا مجسمہ ملا ہے جو لوہے کا بنا ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یونانی اوائل عہد میں مجسموں کی کاریگری

میں لوہا استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض مجسموں سے ان اصول مجسمہ سازی پر بھی روشنی پڑتی ہے جو در اصل یونانیوں کی ایجاد و اختراع تھے مگر بعد میں رومیوں نے ان کی نقل کی۔ اور وہ یونانی آثار کے مٹ جانے کے بعد اب تک رومیوں کی ایجاد ہی سمجھے جاتے تھے۔

آخری عنصر کی دریافت

معلوم ہوا ہے کہ سوئٹزرلینڈ کے ایک محقق ڈاکٹر ولٹر منڈر نے ان بیانوے عناصر میں سے آخری عنصر کا پتہ چلا لیا ہے جو اب تک نامعلوم تھا۔ ڈاکٹر موصوف نے اس عنصر کا نام سوئٹزرلینڈ کے ایک شہر کی مناسبت سے ہلویٹوم تجویز کیا ہے۔ لیکن اس سے جو شعاعیں نکلتی ہیں ابھی ان کا تجربہ کرنا باقی ہے۔

شیر خوار بچوں کی اموات کے اعداد

المقتطف مصر نے دودھ پیتے بچوں کے اموات کے جو اعداد و شمار اپنی اشاعت ماہ مارچ ۱۹۴۱ء میں شائع کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں مصر دنیا کے تمام ملکوں سے زیادہ بدنصیب واقع ہوا ہے۔ چنانچہ اعداد حسب ذیل ہیں۔

مصر	۲۶۵	فی ہزار	اسٹریلیا	۸۹	فی ہزار
ہندوستان	۱۶۲	"	بلجیم	۸۰	"
بلغاریہ	۱۵۰	"	جرمنی	۶۴	"
اٹلی	۱۰۹	"	انگلستان	۵۸	"
جاپان	۱۰۶	"	ہولینڈ	۳۸	"

مصر میں بچوں کی اس کثرتِ اموات کا سبب یہ ہے کہ یہاں کی عورتوں میں عام طور پر

جہالت غالب ہے۔ وہ بچوں کی تربیت اور حفظانِ صحت کی تدابیر سے بے خبر ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیم یافتہ دائیوں کی قلت۔ عام افلاس، اور پھر مفلسی کے باوجود کثرتِ اولاد۔ مکانوں کی تنگی، ماؤں کا کثرت سے موروثی امراضِ معدہ وجگر وغیرہ میں مبتلا ہونا۔ شفاخانوں اور علاج گھروں کی کمی۔ ان اسباب کو بھی اس مصیبتِ عظمیٰ میں بڑا دخل ہے۔ اب ایک کمیٹی نے جو ان امور کی تحقیق کیلئے وزارتِ صحت کی طرف سے مقرر کی گئی تھی۔ اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے ان تمام اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور ان کے تدارک کے صورتوں کی سفارش کرتے ہوئے تجویز پیش کی ہے کہ جگہ جگہ بچوں کی تربیت اور ان کی صحت کی نگرانی کیلئے حکومت کی طرف سے ایسے تربیت گھر ہونے چاہئیں جن میں لائق وقابل دائیاں ہر وقت موجود رہیں۔

عمرِ خیام کی تاریخ پیدائش

عمرِ خیام پر یورپ اور ایشیا کے محقق اربابِ قلم نے کثرت سے کتابیں اور مضامین لکھے ہیں مگر خود عمرِ خیام کی تاریخِ پیدائش کو قطعی طور پر کوئی متعین نہیں کر سکا تھا۔ حال میں مسٹر وی۔ ام۔ داتر نے جو پہلے حیدر آباد دکن کی اسٹیٹ سروس میں تھے اور اب وہاں سے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ عمرِ خیام پر ایک نہایت قابل قدر کتاب شائع کی ہے۔ جس میں انھوں نے پورے وثوق کے ساتھ بتایا ہے کہ اس شاعر حکیم وفیلسوف کی تاریخ پیدائش ۱۸ ارمئی ۱۰۴۸ء (مطابق ۴۴۰ھ) ہے۔ فاضل مصنف کی یہ تحقیق اُس ایک علم ہیئت کے حساب پر مبنی ہے۔ جس کو علامہ بیہقی نے تتمۂ صوان الحکمۃ میں بیان کیا ہے۔ مسٹر داتر پہلے فاضل ہیں جنھوں نے خیام کی تاریخ پیدائش کی قطعی تعیین کر کے خیامیات میں ایک نیا انکشاف کیا ہے۔